مالکان یا ملازمین پر جرم کے اطلاق کا تنقیدی جائزہ

قانون ادویات سازی کی دفعہ نمبر۳۴، اور شریعت طیبہ کی روشنی میں

جناب ریاض الحسن نوری صاحب

ہماری گفتگو کا محور یہ ہے کہ اگر کسی فرم میں مال معیار کے مطابق تیار نہ ہوتو کیا شرعاً صرف مالک صنعت ہی پکڑا جائے گا یا ملازمین بھی مجرم متصور ہوں گے......

پاکستانی قوانین کے مطابق ۱۹۴۰ء میں ڈرگ (ادویہ سازی) کا قانون حسب ذیل تھا:

drugs act,1940

27,whenever himself or by an other person on his behalf manyfactures for sale.sells,stocks,or exhibits for safe, or distributes any drug In contravention of any of the provisions of this chapter ir any rule made thereunder shall be punishable with imprisonment which may extend to one year, or with fine which may extend to five hundred rupees, or with both.

یعنی جو شخص خود یا کسی اور شخص کے ذریعے ادویات سازی کراتا ہے، یا فروخت کرتا یا کراتا ہے۔ سٹاک میں رکھتا ہے فروخت کے لیے ظاہر کرتا ہے یا کوئی دوائی تقسیم کرتا ہے۔ اوران کاموں کے دوران اس باب میں دیے گئے قوانین کی خلاف ورزی کرتا ہے تو اس شخص کو جیل کی سزادی جائیگی جو کہ ایک سال تک ہوسکتی ہے یا ۵۰۰ روپیہ تک کا جرمانہ کیا جاسکتا ہے۔ یا دونوں سزائیں دی جاسکتی ہیں۔

پس پرانے قانون کے مطابق مالک خود دوا بنائے یا کسی سے بنوائے۔ خود بیچے یا کسی دوسرے کے ذریعے فروخت کرائے ہرصورت میں سزا مالک ہی کو ملتی ہے۔

لیکن ۱۹۷۶ء میں محکمہ صحت کی طرف سے اس قانون کو بدل کر مندرجہ ذیل قانون نافذ کیا گیا۔ یہ قانون چاہے نیک نیتی سے ہی کیوں نہ نافذ کیا گیا ہومگر اس کے بعد ادویات کا معیار بھی گر گیا اور جعلی ادویات بھی بننا شروع ہوگئیں کیونکہ اب ذمہ داری صرف مالک پر نہ رہی بلکہ صنعت میں ملازم وہر کس وناکس کو بھی ملزم، بلکہ مجرم قرار دے دیا گیا یوں مالک کو یہ کہنے کی چھوٹ مل گئی کہ اب وہ دن گئے کہ

میں تنہا تھا اب تو میرے ساتھ جتنے بھی ملازم ہوں گے ان میں سے ہر شخص میرے ساتھ مجرم سمجھا جائے گا چاہے ان کی تعداد ہزار ہی کیوں نہ ہو۔ ایسی صورت میں ذمہ داری اتنی تقسیم ہو جاتی ہے کہ بقول شخصے جہاں سب مجرم نہ ہوں وہاں کوئی بھی مجرم نہیں قرار دیا جا سکتا۔ نئے قانون کے الفاظ یوں ہیں:

34.offences by companies,etc. where the person guilty of an offence under this act, is a company corporation,firm of institution,every director, partner and employee of the company, corporation, firm or institution shall, unless he proves that the offences was committed without his knowledge of consent, be guilty of the offence.

یعنی کمپنیوں وغیرہ کا جرم اگر مجرم کمپنی، کارپوریشن یا فرم یا ادارہ ہو تو اس کمپنی کا ہر ڈائریکٹر، حصہ دار، یا ملازم اس وقت تک مجرم قرار دیا جائے گا جب تک کہ وہ یہ ثابت نہ کر دے کہ جرم اس کی مرضی یا علم کے بغیر کیا گیا ہے۔

ہمارے خیال میں جب تک جرم ثابت نہ ہو جائے کسی کو مجرم سمجھنا یا اسے گرفتار کرنا جائز نہیں۔ محلی ابن حزم میں ہے

فقال عمر: اتاتی به مصفودا بغیر بینة لا اکتب لک فیها ولا اسئلک عنها وغضب وما کتب لی فیها ولا سال عنها فانکر عمر رضی الله عنه ان یصفد احد بغیر بینة. (المحلی: ۱۱: ۱۳۲: تحقیق احمد شاکر)

یہ حضرت امیر المؤمنین نائب رسول سیدنا عمرؓ کے دور کا واقعہ ہے جس میں کسی شخص کا تھیلا چوری ہو گیا تھا اور پھر اس شخص نے حضرت عمرؓ کے سامنے مشکوک آدمی کا نام لیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا کہ میرا بھی یہی خیال ہے۔ اس پر وہ شخص بولا کہ میرا بھی یہ ارادہ تھا کہ اسے گرفتار کر کے آپ کے پاس لاؤں اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کیا تم اس کو گرفتار کر کے لاتے بغیر ثبوت کے......اب میں اس سلسلے میں نہ تم کو کوئی حکم لکھ کر دوں گا نہ اس معاملے میں تم سے بات کروں گا......اور وہ بہت غصہ میں آ گئے اور اس سلسلے میں نہ مجھے کوئی حکم لکھ کر دیا اور نہ پوچھ گچھ کی۔ پس حضرت عمرؓ نے اس بات کو واضح کر دیا کہ بغیر ثبوت کے کسی کو گرفتار نہیں کیا جا سکتا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے صرف اس شخص کے اتنا کہنے پر کہ میرا ارادہ تھا کہ

اس کو گرفتار کر کے لاتا مگر گرفتار نہیں کیا پھر بھی اس کو اتنی بڑی سزا کیوں دی کہ اس کی چوری کی تفتیش بھی نہیں کی۔ہم سمجھتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کے اس قول سے گویا واضح ہو گیا کہ اس نے اسے بغیر ثبوت کے چور قرار دے دیا ہے پس اس طرح کسی پر چوری کا الزام لگانا اور کسی کو مجرم قرار دینا ایک لغو بات ہے۔

امریکہ سمیت دنیا کے دیگر ممالک میں بھی جعلی دوائیں بکتی ہیں اور غلط کام ہوتے ہیں مگر وہاں ان سب غلط چیزوں کا ذمہ دار مالک کو قرار دیا جاتا ہے اور اس کو ہی سزا دی جاتی ہے۔یعنی شاخوں کو تراشنے کی بجائے برائی کی جڑ پر کلہاڑا چلایا جاتا ہے۔اسی وجہ سے وہاں کا حال پاکستان سے بہتر ہے۔

عربی زبان میں قوم کے معنی جماعت کے ہیں یعنی۔ ملک کا سربراہ یا صنعت کا سربراہ یا کاروباری ادارہ کا سربراہ مالک پر زعیم کا لفظ فٹ آتا ہے۔

مزید لغت میں ''زعیم'' کا معنی ضامن بھی ہے یعنی جو سربراہ ہوگا وہی ہر چیز کا ضامن اور ذمہ دار ہوگا۔ ہر غلط کام کا جرمانہ اسی سے لیا جائے گا۔سزا بھی اسی کو دی جائے گی۔

قرآن میں بھی زعیم کا لفظ ضامن کے معنی میں آیا ہے۔اس کا معنی کفیل بھی ہے۔قرآن میں آتا ہے۔**سلهم ايهم بذالک زعيم** (۶۸۔القلم:۴۰)یعنی ان سے پوچھئے ان میں سے ضامن و رئیس کون ہے۔

لغات القرآن میں ہے زعیم کا معنی ذمہ دار اور ضامن ہے چنانچہ کفیل اور رئیس کو زعیم بولتے ہیں۔پس قرآن سے ثابت ہو گیا کہ جو کسی ادارہ کا رئیس یعنی مالک یا ڈائریکٹر ہوگا وہی غلطی کا ضامن اور کفیل بھی ہوگا۔

ہدایہ میں بھی یہی چیز ملتی ہے۔اس کی شرح کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

قال الله تعالى. وكفلها زكريا. اى ضمها الى نفسه. اى جعله كا فلا وضا منا لمصالحها ۔(شرح فتح القدیر:۷:۱۶۳مطبوعہ مصر محمد محمود الحلبی وشرکاہ۔خلفاء:۱۹۷۰ء)

یعنی اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ حضرت مریم علیہا الصلاۃ والسلام کی کفالت حضرت زکریا نے قبول کر لی یعنی ان کے ہر قسم کے مصالح کے لئے اپنے آپ کو کفیل۔ضامن اور ذمہ دار بنا لیا۔اسی طرح لائسنس لینے والا اپنے کو ذمہ دار بناتا ہے جب کوئی صنعت کار کسی کا ادارہ کھولنا چاہتا ہے تو پہلے وہ انڈسٹری کے سرکاری محکمہ کو یقین دلاتا ہے کہ وہ ایمانداری سے کام کریگا اور صحیح معیار کو قائم رکھنے کا ذمہ دار ہوگا۔اس

کے لئے وہ تمام شرائط جو پوری کر کے ہر طرح سے حکومتی ادارہ کو اطمینان دلاتا ہے۔اس کے بعد دیگر محکموں کے پاس جاتا ہے ان کو بھی ایمانداری اور معیار کی تسلی کرا کے خود کو ضامن ۔کفیل بناتا ہے اور ہر طرح سے ذمہ داری اپنے اوپر لیتا ہے۔پھر اگر ادویات کی فیکٹری ہوتی ہے تو وہ محکمہ صحت والوں کے پا س جاتا ہے اور اس بات کی گارنٹی دیتا ہے کہ وہی معیار کا ذمہ دار ہوگا۔محکمہ صحت بھی اس پر کچھ شرائط مزید تسلی کے لئے عائد کر دیتا ہے۔مثلاً بلڈنگ کیسی ہو۔علاقہ صاف ستھرا ہو۔رہائشی علاقہ نہ ہو۔پھر صحت مند ۔قابل اور تکنیکی علم رکھنے والے کارکن رکھے جائیں ۔تمام ملازمین کا ڈاکٹری معائنہ ہر سال کرایا جائے ۔کسی بیمار کو ملازم نہ رکھا جائے فلاں فلاں آلات بھی موجود ہونے ضروری ہیں وغیرہ وغیرہ۔

ان سب باتوں کے باوجود معیار قائم رکھنے کی سب ذمہ داری اسی مالک پر ہوتی ہے اور بطور سربراہ وہی محکمہ کو اطمینان دلاتا ہے کہ وہی تمام مصالح کا ہر طرح ضامن اور کفیل ہوگا۔ویسے بھی قرآن کی رو سے بطور رئیس و مالک وہی ضامن اور کفیل بھی ہوتا ہے مگر اس کے باوجود اسی کو قانونا بھی ذمہ دار ٹھہرا دیا جاتا ہے۔اس کے بعد ہی اس کو ادویات بنانے کی اجازت ملتی ہے۔

فقہ اسلامی کی رو سے ضامن مال و جان دونوں چیزوں کا ضامن بن سکتا ہے اور ہر قسم کی گڑبڑ کی صورت میں ضامن وہی ہوگا جس نے ضامن و کفیل ہونے کی ذمہ داری لی ہے۔

فتح القدیر میں ہے:**الکفالة قسمان : کفالةالنفس و کفالة بالمال :فالکفالة بالنفس جائزہ عندنا والمضمون بھا احضار المکفول به.(محولہ بالا صفحہ ۱۶۴)**

یعنی کفالت یا ضمانت دو قسم کی ہوتی ہے۔نفس کی کفالت اور مال کی کفالت یا ضمانت:ہمارے یعنی حنفیہ کے نزدیک نفس کی ضمانت جائز ہے اور وہ ضامن ہوگا کہ جس شخص کے نفس کی ضمانت ضامن نے دی ہے تو اس کو وہ شخص حاضر کرنا پڑے گا ورنہ ضمانت کی وجہ سے اسی کو گرفتار کر لیا جائے گا۔

ان مثالوں سے ہمارا مطلب یہ ہے کہ اگر مال معیار کے مطابق تیار نہ ہو رئیس یعنی مالک صنعت ہی پکڑا جائے گا۔کیونکہ ضمانت اور کفالت کا اسی نے وعدہ کیا ہے۔اگر کوئی ملازم غلطی کرتا ہے تو مالک اس کو سزا بطور خود دے سکتا ہے اسے نوکری سے نکال سکتا ہے مگر معیار کی ذمہ داری بہر صورت مالک کی ہوگی کیونکہ لائسنس لیتے وقت معیار کی ضمانت اسی نے دی تھی۔ملازمین تو آتے جاتے رہتے ہیں۔بعض مستقل ہوتے ہیں۔بعض عارضی اور بعض روزانہ کے حساب سے آتے ہیں اور روزانہ بدلتے رہتے ہیں۔پس محکمہ صحت اور حکومت کے سامنے ذمہ دار مالک ہی ہوگا۔

بہرحال جو قانون بنانے والے اور قانون لاگو کرنے والے کمپنی کے سربراہ (زعیم وضامن) کے ساتھ ساتھ کمپنی کے تمام ملازمین کو (جن کی تعداد معدودے چند سے لے کر ہزاروں تک بھی ہوسکتی ہے۔) سب کو مجرم قرار دے دیتے ہیں اور اعلان کرتے ہیں کہ ہم تم کو اس وقت تک مجرم ہی سمجھتے رہیں گے جب تک کہ تم خود اپنی بے گناہی کا ثبوت عدالت میں آکر نہیں پیش کروگے۔ اور اگر وہ قاصد کو گھر پر نہ ملیں تو ان کے وارنٹ گرفتاری اور پھر بلاضمانت وارنٹ گرفتاری جاری کردیے جاتے ہیں تو ایسے تمام لوگ اور اس میں اعانت کرنے والے (abet ment) کی وجہ سے فاسق فاجر اور سزا کے مستحق ہوں گے جو بہرحال ۲۰ کوڑوں سے ۹۰ کوڑوں تک ہوسکتی ہے۔

یہ بھی ظاہر ہے کہ جو اتنے سارے ملازموں کے متعلق مجرم ہونے کا اعلان کردیا جاتا ہے ان میں سے بہت سے متقی اور پرہیز گار بھی ہوتے ہیں۔ ان سب کو ذہنی کوفت اور ایذا پہنچتی ہے۔ بلکہ یہ قانون ہی ادویات بنانے والی فیکٹریوں کے تمام ملازمین کے لئے ذہنی ایذا کا باعث ہے چاہے ان پر کوئی مقدمہ نہ بھی بنایا جائے کیونکہ وہ امکانی مجرم کے زمرے میں تو آ ہی جاتے ہیں۔

اس قانون کی وجہ سے ادویہ ساز اداروں کو جو ایذا پہنچ رہی ہے جس کے متعلق قرآن میں یوں اعلان ہوتا ہے۔

والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بھتانا و اثما مبینا۔ (الاحزاب:۵۸)

یعنی جو لوگ تہمت لگاتے ہیں مسلمان مردوں کو اور مسلمان عورتوں کو بغیر اس کے کہ انہوں نے غلط کام کیا ہو تو ایسے لوگ بوجھ اٹھاتے ہیں جھوٹ کا اور صریح گناہ کا۔

اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ کسی کو خبیث یا فاسق یا گدھا کہنے کی سزا کم وبیش بیس یا تیس کوڑے دی جاتی رہی ہے۔

نبی علیہ السلام ﷺ کا بدری صحابی پر مقدمہ چلانا اور حضرت عمرؓ کا ان کے قتل کی اجازت طلب کرنا مگر ان کی شریک عورت جس نے اجرت پر معاونت کی تھی اس کو بری کردینا۔ بالکل چھوڑ دینا اور اس پر کسی قسم کا مقدمہ بھی نہ چلانا۔ بلکہ نبی علیہ السلام ﷺ کا حکم دینا کہ اس کو چھوڑ دو۔ اس امر کی دلالت کرتا ہے کہ مزدور یا ملازم کو سزا نہیں دی جاسکتی۔ صحیح بخاری کتاب التفسیر میں سورہ ممتحنہ کی تفسیر میں روایت آتی ہے: حضرت علی المرتضیٰؓ فرماتے ہیں کہ:

بہتر آن باشد کہ سرد لبران ☆ گفتہ آید در حدیث دیگران

آنحضرت ﷺ نے مجھ کو اور زبیرؓ اور مقدادؓ تینوں آدمیوں کو بھیجا فرمایا (مکہ کے رستے پر) چلے جاؤ روضہ خاخ تک (جو ایک مقام کا نام ہے) وہاں اونٹ پر سوار ایک عورت ملے گی (اس کا نام سارہ تھا) اس کے پاس ایک خط ہے وہ لے آؤ حضرت علیؓ کہتے ہیں ہم تینوں آدمی گھوڑے دوڑاتے چلے روضہ خاخ میں پہنچے تو (سچ مچ، وہاں ایک عورت شتر سوار ملی ہم نے اس سے کہا خط نکال، وہ بولی میرے پاس تو کوئی خط نہیں ہے ہم نے کہا لے اب خط نکالتی ہے یا ہم تجھ کو ننگا کریں جب تو (مجبور ہو کر) اس نے اپنے جوڑے میں سے ایک خط نکال کر دیا، ہم وہ خط آنحضرت ﷺ کے پاس لے کر آئے جو کہ حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے چند مکہ کے مشرکوں کے نام تھا اور آنحضرت ﷺ کی تیاری وغیرہ کا اس میں ذکر تھا کہ آپ بڑی فوج لے کر آتے ہیں تم اپنا بچاؤ کرو آنحضرت ﷺ نے حاطب سے پوچھا: حاطب یہ کیا بات ہے کہ تو نے مسلمان ہو کر کافروں کو مخبری کی؟ حاطب نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جلدی نہ فرمایئے، میرا سب قصہ سن لیجئے پھر جو جی چاہے سزا دیجیے، ہوا یہ کہ میں اصل قریشی تو ہوں نہیں اور آپ کے ساتھ جو دوسرے مہاجرین ہیں وہ (اصل قریشی ہیں) ان کے عزیز رشتہ دار قریش کے کافروں میں ہیں جن کی وجہ سے ان کے گھر بار مال اسباب محفوظ رہتے ہیں میں نے چاہا کہ جب میرا ناطا ان سے نہیں ہے تو کچھ احسان ہی کر کے اپنا حق ان پر قائم کروں تاکہ وہ اس کی وجہ سے میرے رشتہ داروں کو نہ ستائیں میں نے یہ کام اس وجہ سے نہیں کیا کہ خدانخواستہ میں کافر ہو گیا ہوں یا اسلام سے پھر گیا ہوں آنحضرت ﷺ نے (مسلمانوں سے) فرمایا حاطب نے سچ کہہ دیا حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اجازت دیجیے میں اس کی گردن اڑا دوں، آپ ﷺ نے فرمایا ہائیں...... وہ تو بدر کی جنگ میں شریک تھا اور تجھ کو معلوم نہیں اللہ تعالیٰ نے (عرش معلیٰ پر سے) بدر والوں کو جھانکا اور فرمایا اب تم کیسے بھی اعمال کرو (تم سے کیسے بھی گناہ ہو جائیں بشرطیکہ کفر اور شرک نہ کرو) میں نے تو تم کو بخش دیا عمر بن دینار نے کہا اسی باب میں آیت اتری: **یایها الذین امنوا لا تتخذوا عدوی و عدوکم اولیاء:** سفیان بن عیینہ نے کہا میں نہیں جانتا اس آیت کا ذکر حدیث میں داخل ہے یا عمرو بن دینار کا قول ہے۔

(تیسیر الباری اردو ترجمہ صحیح بخاری مطبوعہ امجد اکیڈمی جلد چہارم ص ۲۹۶)

ابن اسحٰق نے سیرت النبی ﷺ میں اس واقعہ کو حضرت عروہ بن زبیرؓ جو عشرہ مبشرہ میں سے صحابی حضرت زبیر بن عوامؓ کے صاحبزادے تھے سے سن کر بیان کیا ہے اور اس میں کہا ہے کہ اس عورت کو خط پہنچانے کے سلسلے میں اجرت مقرر کی گئی تھی۔

وجعل لها جعلا على ان تبلغه قريشا

(سیرت النبی مؤلفہ ابن ہشام صفحہ ۳۹۸ جلد دوئم۔ مصر)

مزید اس عورت کے نام اور قبیلہ وغیرہ کے متعلق راویوں نے اختلاف کیا ہے۔علامہ زرقانی نے مزید تفصیلات دی ہیں وہ لکھتے ہیں:

كتابا و ارسله الى مكة ليخبر بذالك مع امراة استاجرها بدينار وقيل بعشرة دنانير وقال لها اخفيه وقال انطلقوا حتى تاتوا روضه خاخ فان بها ظعينه معها كتاب الى المشركين فخذوه وخلو سبيلها فان لم تدفعه اليكم فاضربوا عنقها انتهى •

ترجمہ: (حاطب نے) خط بھیجا مکہ ایک عورت کے ہاتھ اور اس کی اجرت دینار یا دس دینار مقرر کی اور کہا کہ چھپا کر لے جانا۔ نبی ﷺ نے حکم دیا کے فلاں مقام پر اونٹ سوار عورت ملے گی اس سے خط طلب کرنا۔ خط دیدے تو اس کو چھوڑ دینا ورنہ قتل کر دینا

(شرح العلامہ زرقانی علی المواھب اللدنیہ:۲:۲۹۴،۲۹۵ مطبوعہ بیروت)

مولانا مودودی نے تفہیم القرآن جلد ۵ میں سورۃ ممتحنہ کی ابتدائی آیات کی تفسیر میں حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کے مذکورہ بالا واقعہ کو تفصیلاً بیان کرنے کے بعد لکھا ہے۔حضرت حاطب کے اس مقدمہ سے جس کی تفصیل اوپر ہم نے نقل کی ہے، اوران آیات سے جو اس واقعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں، حسب ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں:

(۱) قطع نظر اس سے کہ کرنے والے نے کس نیت سے کیا، بجائے خود یہ فعل صریحاً ایک جاسوسی کا فعل تھا، اور جاسوسی بھی بڑے نازک موقع پر سخت خطرناک نوعیت کی تھی کہ حملے سے پہلے بے خبر دشمن کو خبردار کیا گیا تھا۔ پھر معاملہ شبہ کا بھی نہ تھا بلکہ ملزم کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا خط پکڑا گیا تھا اس کے بعد کسی ثبوت کی حاجت نہ تھی۔ حالات بھی زمانہ امن کے نہیں زمانہ جنگ کے تھے۔ مگر اس کے باوجود نبی ﷺ نے حضرت حاطب کو صفائی کا موقعہ دیے بغیر نظر بند نہیں کر دیا۔ اور صفائی کا موقعہ بھی ان کو بند کمرے میں نہیں بلکہ کھلی عدالت میں برسرعام دیا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں ایسے قوانین اور قواعد وضوابط کی کوئی گنجائش نہیں ہے جن کی رو سے کسی حالت میں حکام کو یہ حق پہنچتا ہو کہ کسی شخص کو محض اپنے علم یا شبہ کی بنا پر قید کر دیں۔ اور بند کمرے میں خفیہ طریقے پر مقدمہ چلانے کا طریقہ بھی اسلام میں نہیں ہے۔

ایک دلچسپ لطیفہ:

روز نامہ نیوز بابت ۲۵ جون ۱۹۹۳ء کے صفحہ ۱۰ کی ایک خبر یوں ہے:

امریکہ میں مقدمہ بازی کا لامحدود سلسلہ شروع ہوگیا ہے اگر جلد اسے کنٹرول نہ کیا گیا تو کاروبار ہی بند ہو جائے گا ایک کیس حال ہی میں ہوا ہے۔ایک ہوٹل جو کھلی فضا میں قائم ہے۔وہاں ایک شہد کی مکھی نے گاہک کو کاٹ لیا۔مکھی کہیں باہر سے اڑکر آ گئی تھی مالک کی پالی ہوئی نہ تھی اور اتفاق سے جنگلے پر آ کر بیٹھ گئی تھی۔جیوری نے اس کا جرمانہ ۳ ملین ڈالر کر دیا اور مالک کو حکم دیا کہ وہ یہ رقم گاہک کو دے۔(یعنی ۹ کروڑ روپے سے زیادہ)، یہ معمولی نوعیت کا کیس نہ تھا کیونکہ گاہک کو اس کاٹنے سے الرجی ہوگئی اور اس کو فالج بھی ہوگیا چنانچہ اس پر رحم کھا کر اتنا بڑا جرمانہ کیا گیا کیونکہ جیوری کو معلوم تھا کہ یہ رقم ہوٹل کا مالک نہیں بلکہ انشورنس کمپنی دے گی جو بہت کمائیاں کرتی ہے۔

قرآن کریم میں حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی کا قول موجود ہے کہ صرف ماہر اور امین شخص کو ملازم رکھا جائے: **ان خیر من استاجرت القوی الامین** (القصص:۲۶)

گویا جو مالک نااہل بے ایمان برے لوگوں کو ملازم رکھتا ہے۔تو ان کی کوتاہیوں کا بھی ذمہ دار ہے۔یہی بات حضرت علی المرتضیٰؓ کے بیان سے بھی ظاہر ہوتی ہے۔حضرت علیؓ کے نزدیک غلام اگر مالک کے حکم کے بغیر بھی کسی کو نقصان پہنچائے تو مالک اس حد تک نقصان پورا کرنے کا ذمہ دار ہے۔ جو غلام کی قیمت سے زیادہ نہ ہو۔ان کے خاص الفاظ یوں ہیں جو فقہ علیؓ اور مسند زید میں اسطرح ملتے ہیں:

ط)جنایة العبد: کان علی یری ان العبد اذا جنی جنایة دون امر سیده فان سیده لا یضمن فی جنا یته اکثر من عینه او قیمته، قال علی: لا یغرم سیده اکثر من ثمنه (قلعه جی: موسوعه فقه علی ص ۱۸۱ مطبوعه دارالفکر، دمشق ۱۹۸۳) حدثنی زید بن علی عن ابیه عن جده عن علی (ع م) قال: فی جنایة العبد لا یغرم سیده اکثر من ثمنه ولا یبلغ بدیة عبددیة حر.........الخ

(یعنی غلام کے جرم کا ہرجانہ اسی اصول کے تحت اس کے مالک پر غلام کی قیمت سے زیادہ نہیں ڈالا جائے گا (مسند الامام زید: ۳۴۷ مطبوعہ بیروت ۱۹۶۶ء)

کم عاقل عاقل اعیت مذاهبه ...... ☆...... و جاهل جاهل تلقاه مر زوقا

حضورعلیہ السلام نے حاطب کو پکڑا، جبکہ حاطب کی (خط لے جانے والی) ملازمہ کو معاف کیا گیا۔ حضرت عمرؓ نے غلاموں کی بجائے غلام کے مالک سے اونٹ کی دوگنی قیمت دلوائی۔ امریکہ میں بھی یہ اصول چل رہا ہے۔ اگر مالک اپنے غلام کو حکم دے اور اکراہ کرے کہ فلاں کو قتل کرو اور وہ مجبوراً قتل کر دے تو اس سلسلے میں حضرت علیؓ کا فیصلہ یہ ہے کہ:

اما اذا امره سيده بهذه الجناية فان امر سيده له بمثابة الاكراه قال على كرم الله وجهه "اذا امر الرجل عبده ان يقتل رجلا فانما هو كسيفه وسوطه يقتل المولى ويحبس العبد فى السجن" (قلعہ جی: موسوعہ فقہ علی: ۱۸۱)

ترجمہ: اگر مالک اپنے غلام کو جبراً کسی کو قتل کرنے کا حکم دے تو اس سلسلے میں حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اگر ایک شخص اپنے غلام کو حکم دے کہ فلاں شخص کو قتل کر دو تو اس صورت میں غلام اس کی تلوار یا کوڑے کی مانند ہوگا۔ پس مالک کو قصاص میں قتل کیا جائے گا اور غلام کو قید کی سزا دی جائے گی۔

اگر مالک حکم دے اپنے ملازموں کو کہ میرا مال ناقص تیار کرو تا کہ مجھے نفع زیادہ ہو تو اس صورت میں تو ملازم اور بھی بے قصور تصور ہوں گے کیونکہ وہ کسی غیر کے مال میں اتلاف نہیں کر رہے بلکہ خود مالک کے مال کو ناقص تیار کر رہے ہیں وہ بھی اس کے حکم پر۔ اگرچہ اخلاقی طور پر یہ بری بات ہوگی۔ لیکن بے روزگاری کے دور میں مزدور کیا کرے۔

مالک کی ذمہ داری نہ کہ مزدوروں یا ساکنوں کی......

اگر ایک جگہ لاش ملے اور قاتل کا پتہ نہ چلے تو قسامہ کا اصول لاگو ہوتا ہے خیبر کے سلسلے میں یہودیوں نے ایک مسلمان کو قتل کر دیا تھا۔ دیت حکومت نے ادا کی تھی۔ اس سلسلے میں قسامہ کا مسئلہ مشہور ہے۔ ہدایہ میں ہے کہ اگر مقتول کی لاش جامع مسجد یا بڑی سڑک پر ملے تو پھر قسامہ نہ ہوگا بلکہ دیت بیت المال سے ادا کی جائے گی۔ اسی طرح جیل میں پائی جانے والی لاش کی دیت بھی حکومت ادا کرے گی کیونکہ جیل پر بھی حکومت ہی کا کنٹرول ہوتا ہے (دیکھئے: **نتائج الافكار فى كشف الرموز والاسرار للقاضى زاده وهى تكملة فتح القدير لابن الهمام: ۱۰: ۲۸۶۲۸۷**)

اسی مسئلہ پر امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں بہت عمدہ بحث کی ہے۔ باب کا عنوان ہے:

باب القسامة: هل تكون القسامة على ساكني الدار الموجود فيها القتيل او على مالكها؟ یعنی جہاں سے لاش ملے اس کی دیت کی ادائیگی اور قسامہ اس جگہ رہنے والوں پر ہوگی یا مالک مکان پر ہوگی۔ اس پر گفتگو کرتے ہوئے پہلے امام صاحب نے خیبر کے واقعہ کو مختلف روایات سے نقل کیا ہے۔ مختصراً عہد نبوی کا یہ واقعہ یوں ہے کہ عبداللہ بن سہل اور محیصہ خیبر آئے۔ یہاں آ کر نخلستان میں ایک دوسرے سے جدا ہوگئے۔ عبداللہ بن سہل کو کسی نے قتل کر ڈالا۔ جب یہ مقدمہ خدمت نبوی میں پیش ہوا تو آپ نے فرمایا کہ قسم کھاؤ ورنہ پھر یہود سے قسم لو۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا نہیں اور یہود سے قسم لینے کا کوئی فائدہ نہیں کہ یہ کافر ہیں چنانچہ اس کی دیت خود آپ ﷺ نے ادا کی تا کہ خون رائیگاں نہ جائے۔ ایک روایت میں ہے کہ مقتول کے اولیاء نے کہا کہ وہاں کوئی مسلمان نہ تھا اور وہ یہود اس سے بڑی بات کی بھی جرأت رکھتے ہیں۔

اب ہم امام طحاوی کے بیان کے آخری حصہ (جس میں اصل بحث ہے) کا اردو ترجمہ نقل کرتے ہیں:

ترجمہ: پس نبی ﷺ نے دیت اپنے پاس سے ادا کی۔ اور مقتول کے وارثین کے پاس سو اونٹ بھیج دیئے۔

اب امام ابو یوسفؒ کہتے ہیں کہ خیبر کی زمین مسلمانوں کی ملکیت تھی کیونکہ انہوں نے فتح کی تھی۔ اور یہود ان کے عمال یعنی مزارع یا مزدور تھے۔ پس جب وہاں لاش ملی تو نبی ﷺ نے قسامہ ان یہود پر لگایا جو وہاں رہتے تھے اور مالکوں پر قسامہ نہیں لگایا۔ امام ابو یوسفؒ نے کہا کہ ہم یہی کہتے ہیں کہ جو مقتول کسی مکان یا زمین میں پایا جائے جہاں کہ ملازم رہتے ہوں یا عاریتاً جگہ لے کر رہتے ہوں تو قسامہ اور دیت وہاں رہنے والوں یعنی ساکنوں پر ہوگی مالک پر نہ ہوگی۔

مگر ابو حنیفہؒ اور محمد بن حسنؒ کہا کرتے تھے کہ ایسی حالت میں دیت اور قسامہ مالک پر ہوگی نہ کہ ساکنوں پر۔

ان دونوں کی دلیل (ایک نسخے کے مطابق ان دونوں کے حق میں ہماری دلیل) امام ابو یوسفؒ کے خلاف یہ ہے کہ یہ بات اس حدیث میں ہمیں نہیں بتائی گئی کہ لاش خیبر کی فتح کے بعد ملی یا فتح سے پہلے ملی تھی۔

لا یلدغ المومن من جحر مرتین، عاقل یک بار فریب می خورد، مومن از یک سوراخ دو بار گزیدہ نمی شود

ایسا ہو سکتا ہے کہ لاش فتح خیبر کے بعد ملی ہو۔ ایسی صورت میں تو ابو یوسفؒ کی دلیل میں وزن ہو سکتا تھا۔ مگر یہ بھی ممکن ہے کہ یہ واقعہ اس وقت کا ہو جب فتح نہ ہوئی تھی بلکہ صلح تھی یعنی صلح کے دور کا واقعہ تھا۔

پس اگر واقعہ اس دور کا تھا جب کہ صلح کا دور تھا اور فتح خیبر سے قبل کا واقعہ تھا تو ابو یوسفؒ کے لیے اس واقعہ میں کوئی دلیل نہیں ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ حدیث ابی لیلی بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن میں جو ہے وہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ صلح کے دور کا واقعہ تھا۔ کیونکہ اس حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے انصار سے کہا تھا کہ یا تو یہ لوگ آپ کے ساتھی کی دیت دیں یا اعلان جنگ کریں۔ ایسی بات صرف ایسے لوگوں سے کہی جا سکتی ہے جو امان یا عہد میں ایسی جگہ ہوں جہاں مسلمانوں اور ان میں صلح ہو۔ بیشک یہ بات سلیمان بن بلال نے اپنی حدیث میں واضح کر دی ہے جو وہ یحیٰی بن سعید سے روایت کرتے ہیں یہ حدیث یوں ہے:

حدثنا...... یعنی، عبداللہ بن سہل بن زید اور محیصہ بن مسعود بن زید انصاری نبی ﷺ کے زمانے میں خیبر کی طرف گئے۔ اس زمانے میں ان سے صلح تھی۔ اور وہاں کے رہنے والے یہودی تھے۔ پس دونوں کسی کام کی وجہ سے ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے۔ پس عبداللہ بن سہل کو قتل کر دیا گیا پھر ان کی لاش گڑھے میں پائی گئی پس ان کے ساتھی نے ان کو وہاں دفن کر دیا اور مدینے آ گئے۔ پھر مقتول کے بھائی عبدالرحمٰن بن سہل اور محیصہ اور حدیصہ نبی ﷺ کے پاس آئے اور بتایا کہ کیسے عبداللہ بن سہل قتل کر دیئے گئے۔

پس بشیر بن یسار کا کہنا ہے کہ صحابی نے ان کو بتایا کہ نبی ﷺ نے ان سے کہا کہ تم پچاس قسمیں کھاؤ کہ ان یہودیوں نے آپ کے ساتھی کو قتل کیا ہے تو تم کو خون کا حق مل جائے گا۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم کیسے قسم کھائیں جبکہ ہم اس وقت نہ موجود تھے اور نہ ہم نے قتل ہوتے دیکھا ہے۔

پھر نبی ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہودی پچاس قسمیں کھالیں تو کیا تم ان یہودیوں کو بری قرار دے دو گے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم کافروں کی قسم کا کیسے اعتبار کر سکتے ہیں۔

پس بشیر کا کہنا ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے پاس سے ان کے اونٹوں کی دیت ادا کر دی۔ پس اس حدیث نے ثابت کر دیا کہ جس وقت عبداللہ بن سہل قتل کئے گئے تو خیبر میں صلح اور سکون کا دور تھا۔ پس اس چیز سے ابو حنیفہؒ اور محمدؒ کو ابو یوسفؒ کے خلاف دلیل مل گئی کیونکہ ثابت ہو گیا کہ خیبر کی فتح اس واقعہ کے بعد ہوئی۔

ابو یوسفؒ ایک اور دلیل بھی لاتے ہیں جو یوں ہے: کہ ہم دیکھتے ہیں جو گھر کرایہ پر لیا گیا ہو یا

عاریتاً لیا گیا ہوتو اس پر اختیار کرایہ دار یا عاریتاً لینے والے کا ہوتا ہے نہ کہ مالک کا یعنی وہ مالک کے ہاتھ میں نہیں بلکہ کرایہ دار کے ہاتھوں میں ہوتا ہے۔ پس جب قتل ہوتا ہے تو اس وقت بھی وہ جگہ کرایہ دار کے تصرف میں ہوتی ہے مالک کے تصرف میں نہیں ہوتی۔

پس دیت اور قسامہ اسی پر لاگو ہوگی جس کے تصرف میں وہ جگہ ہو یعنی کرایہ دار۔ نہ کہ اس پر لاگو کی جائے جس کے تصرف میں وہ جگہ اب ہے ہی نہیں چاہے وہ مالک ہی کیوں نہ ہو۔ امام محمدؒ کی دلیل اس کے خلاف یہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس بات پر اجماع ہے کہ قسامہ مالک پر واجب ہوتی ہے نہ کہ ساکن محض رہنے والے پر۔ اس کی مثال اور دلیل یوں: میاں بیوی ایک گھر میں رہتے ہیں اور دونوں کا اس گھر پر تصرف ہوتا ہے مگر گھر کا مالک خاوند ہے۔ اب اگر اس میں مقتول پایا جائے تو قسامہ اور دیت صرف خاوند کی عاقلہ پر ہوگی اور عورت کی عاقلہ پر نہ ہوگی۔

اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ دونوں کا اس پر قبضہ اور تصرف ہے اب اگر اس گھر میں کوئی کپڑا پایا جائے تو ان میں سے کسی کا حق دوسرے سے اس پر فائق نہ ہوگا۔

پس جب اس پر اجماع ہے کہ وجوب خاص مرد پر ہوگا بیوی پر نہ ہوگا کیونکہ مالک مرد ہے۔ پس قسامہ اور دیت اس جگہ کے مالک پر ہوگی جہاں لاش ملتی ہے اس جگہ پر کرایہ دار کے طور پر رہنے والوں پر نہ ہوگی۔

نتیجہ:

مذکورہ بالا بحث سننے کے بعد بعض لوگ یہ کہیں گے کہ اگرچہ امام طحاویؒ اور آئمہ کے دلائل مسکت ہیں مگر جب مالک اپنے مکان کو کرایہ پر دے کر فارغ ہو گیا تو پھر اس پر ذمہ داری کیسے۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ بعض حالات میں ذمہ داری سے مالک سبکدوش نہ ہو سکے گا۔ مثلاً کسی نیم سرکاری ادارہ کی ملکیت میں ایک دواساز فیکٹری ہے اور وہ نقصان پر چل رہی ہے۔ پھر وہ اس کو زیادہ کرایہ یا ٹھیکہ کے لالچ میں بغیر تحقیق کے ایک مشتبہ شخص کو دے دیتا ہے۔ کیونکہ ادویات سازی کا لائسنس بہت جتن سے ملتا ہے تو یہی ہوتا ہے کہ مشینری، عمارت مع ادویات سازی کے لائسنس کے جو مالک کے نام ہی رہتا ہے ٹھیکہ یا کرایہ پر دے دی جاتی ہے۔ اس صورت میں اگر جرم کا تعین نہ ہو سکے تو پھر قسامہ کے مماثل صورت اگر آ جاتی ہے تو ذمہ داری لائسنس جس کے نام ہے اور جو عمارت و مشینری کا مالک ہے اس پر لوٹ آئے گی

اورقسامہ ودیت لائسنسی اورعمارت ومشینری کے مالک کے ذمہ ہوگی۔

مزید ہم دیکھتے ہیں کہ سفید پوش علاقوں کے بعض کوٹھیوں کے مالک غیرملکی جاسوسی یا دولت کے لالچ میں ایسے لوگوں کو کوٹھی کرایہ پر دے دیتے ہیں جو وہاں ہیروئن کا کاروبار کرتے ہیں بعض قحبہ گری شروع کردیتے ہیں۔ مالک دولت کے لالچ میں ان سب باتوں سے صرف نظر کئے رہتا ہے اور یوں ملک وقوم دشمنی میں مدد abbetment کا مجرم بن جاتا ہے۔ ہمارے خیال میں ایسی تمام صورتوں میں مالک پر ذمہ واری ڈالی جانی چاہئے۔ اور یہ امام ابوحنیفہؒ وغیرہ کا مسلک ہی نہیں بلکہ مصالح مرسلہ کا تقاضا بھی یہی ہے۔

ادویات سازی کی دنیا میں ایک واقعہ یہ بھی ظہور پذیر ہو چکا ہے کہ ایک نیم سرکاری ادارے نے ادویات سازی کی اپنی ملکیتی فیکٹری کرایہ وٹھیکہ پر جس شخص کو لالچ میں آ کر دے دی وہ اس میں زیادہ تر وہی ٹنچر بناتا ہے جو شراب کے متبادل کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔

ان میں سے بعض ٹنچروں کے سلسلے میں نہ صرف ان فیکٹریوں کے کوالٹی کے ادارے بلکہ حکومتی کوالٹی کنٹرول کے ادارے بھی ایک طرح سے تعاون کرتے ہیں۔ مثلاً سونٹھ کی ٹنچر اگرچہ ہاضمہ کی مکسچروں میں استعمال ہوتی ہے۔ مگر ذرا تیز ہوتی ہے۔ پس فیکٹری مالکان اس کی تیاری میں مقررہ مقدار سے کم سونٹھ ڈالتے ہیں۔ ٹیسٹ میں صرف الکوحل کی مقررہ مقدار کو ٹیسٹ کر کے پاس کردیتے ہیں۔ فارما کوپیا میں بھی یہی ٹیسٹ دیا ہوا ہے لیکن فارمیسی کی دوسری کتابوں میں خاص سونٹھ کی مقدار کا تجزیہ کرنے کے لئے ٹیسٹ موجود ہیں۔ اسی سلسلے میں سونٹھ کے جزو خاص جس کا نام جنجرول zingerol ہے۔ اس کی مقدار ٹیسٹ کی جاتی ہے۔ سونٹھ میں تیزی اور مرچیں اسی کی مرہون منت ہیں۔ اور اصل دوا کو مائع کی شکل میں سڑنے سے محفوظ رکھنا ہوتا ہے۔ مزید معلوم ہو کہ فارما کوپیا میں خالص سونٹھ کا سفوف بھی موجود ہے اور اس کا خشک حالت میں استعمال بھی ہوتا ہے پس کتنے تعجب کی بات ہے کے سونٹھ کی ٹنچر میں اصل دوا جو ہے اس کی مقدار نہ صنعت کار ٹیسٹ کرتے ہیں اور نہ پابند بناتے ہیں۔ لیکن کسی صنعتی ادارہ کو کرایہ یا ٹھیکہ پر دینا تو زیادہ عام نہیں مگر عام طور پر جو مالک خود ادویات بناتا ہے یا ملازم رکھ کر بنواتا ہے سب کام اس کے زیرنگرانی اور انڈرکنٹرول ہوتا ہے اس لئے وہی مکمل طور پر ضامن وذمہ دار ہوتا ہے۔ اس حالت میں امام ابوحنیفہ اور صاحبین بلکہ تمام آئمہ کے نزدیک وہی مالک ہی ذمہ دار ہوگا۔

الزعیم غارم یعنی مالک اور رئیس ہی ہر طرح سے ہر بات کا ضامن ہوگا اور یہی اصول چل رہا ہے۔ حتیٰ کہ انکم ٹیکس فراڈ میں جس میں تمام اکاونٹ کا عملہ اور سیلز کا عملہ بھی شریک ہوتا ہے اس میں بھی

☆ اگر ز باغ رعیت ملک خورد سیبی...... بر آورند غلامان او درخت از بیخ ☆

امریکہ میں مالک ہی کو ذمہ وار ٹھہرایا جاتا ہے اور اسی پر جرمانہ کیا جاتا ہے اور جیل میں بھی اسی کو بھیجا جاتا ہے۔ امریکن ہفتہ وار رسالہ ٹائم بابت ۲ راگست ۱۹۹۳ء میں ایک مضمون چھپا ہے جس کے سب سے اوپر دھوکہ یعنی fruad لکھا ہے۔ نیچے عنوان ہے بالائی نکالنا یعنی skimming cream اس کے نیچے عنوان ہے۔

امریکن اشیاء خوردنی فروخت کرنے والا عوامی بیرو ایک بہت بڑے فراڈ کے جرم کا اقبال کرتا ہے۔ stew leonard نے امریکہ کے کامیاب ترین سٹوروں میں امریکہ کی تاریخ میں سب سے بڑے ٹیکس فراڈ کے جرم کا اقبال کرلیا۔ یاد رہے یہ اس قوم کی بات ہے جس کے بارے میں ہمارے کچھ لوگ ہر وقت رطب اللسان رہتے ہیں اور ان کی دیانت داری کی قسمیں کھانے کو تیار ہوجاتے ہیں۔ ۲ رلاکھ گاہک جو ہر ہفتہ یہاں آتے ہیں وہ اس فراڈ پر یقین نہیں کرنا چاہتے۔ کمپنی کے تیرہ سو مسکراتے ہوئے ملازم پچھلے دور کو واپس لانے کے خواہش مند ہیں جبکہ کمپنی کے افسران بیسویں صدی کے اس عظیم جرم کو کامیاب کرنے میں مصروف ہیں۔

دراصل ایک ایسا کمپیوٹر سسٹم بنایا گیا جس میں ہر چیز کی بکری کم دکھائی گئی اور ۱۹۸۰ء کی دہائی میں ۷ ملین ڈالر ٹیکس کے بچا لئے گئے اور صحیح کمپیوٹر ٹیپ جن میں صحیح حساب کتاب تھا ان کو ختم کر دیا گیا۔ مزید ٹیکس بچانے کے لئے گاہکوں سے بعض اشیاء کی قیمت نقد وصول کی جاتی رہی۔ سب کمائی گن کر ایک خاص نالی کے ذریعے نیچے تجوریوں میں بھیج دی جاتی اور اصل کمپیوٹر پروگرام ۱۹۸۲ء کی ایک بزنس ڈائریکٹری کو خالی کرکے اس میں چھپا دیا جاتا۔

لیونارڈ جو ۵ سال تک کی جیل کا سزاوار ہے۔ اس نے پیشکش کی ہے کہ وہ ۱۵ ملین ادا کرنے کو تیار ہے۔ مزید یہ بھی پتہ چلا ہے کہ خوراک کے سینکڑوں پیکٹوں کا وزن کم رکھ کر بیچا جاتا رہا ہے۔ بہت سے گریجویٹ جو وہاں کام کرتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم اپنے نظریات اپنے سٹاف کو بھی سمجھانا ضروری خیال کرتے ہیں تاکہ ہر شخص بالائی اتارے۔

اگرچہ مذکورہ بالا بے ایمانیوں میں ملازمین بھی ملوث ہیں مگر حکومت کو ۱۳۰۰ یا زیادہ ملازمین سے کوئی غرض نہیں بلکہ حکومت صرف مالک ہی کو قید یا جرمانہ کی سزا دینا چاہتی ہے کیونکہ سب بے ایمانی اور فساد کی جڑ مالک ہی ہوتا ہے۔ اس کی مرضی سے ہی سب کچھ ہوتا ہے اور وہی سب کو غلط راہ پر ڈالتا ہے۔ پس وہاں حکومت جڑ کو اکھیڑتی ہے شاخوں سے غرض نہیں ٹیکس چوری اور ڈبل اکاؤنٹ کا علم تو کمپنی کے

بیشتر افسران وملازمین کو ہوتا ہے۔ مگر حکومت ان سے کوئی پرسش نہیں کرتی۔ جبکہ دوا میں تو مالک کسی وقت بھی خاص کر بھرائی کے نصف آخر میں پانی ملا کر دوا میں اضافہ کر دیتا ہے جس کی سوائے مالک یا خاص ملازم کے جو معمولی ورکر بھی ہوسکتا ہے کسی کو بھی علم نہیں ہونے دیا جاتا۔ پس دوا کے سلسلے میں ذمہ داری تمام کی تمام مالک ہی کی ہوتی ہے اور سارا نفع بھی اسی کی جیب میں چلا جاتا ہے۔

امام طحاویؒ کی تحقیق کا جدید دور میں اطلاق:

نتیجہ:

اوپر کی تمام بحث سننے کے بعد لوگ یہ کہیں گے کہ اگرچہ امام طحاوی نے بحث کر کے امام ابو یوسف اوران کے ہم خیالوں کو لاجواب کر دیا ہے اور دلائل بھی بہت عمدہ دیئے ہیں لیکن سوال اٹھتا ہے کہ ایک آدمی اپنا مکان کرایہ پر دے کر کسی دوسرے شہر چلا جاتا ہے یا ملک سے ہی باہر چلا جاتا ہے تو بھلا اب وہ کیسے اس مکان میں لاش پائے جانے یا جرم واقع ہونے کا ذمہ دار ہوسکتا ہے کیونکہ وہ تو اس مقام سے کوسوں دور بیٹھا ہے لیکن ہم کہتے ہیں کہ ایسا ہوسکتا ہے کہ ذمہ داری پھر بھی مالک پر آ جائے گی، اس کی مثال یہ ہے کہ مالک اپنا مکان زیادہ کرائے کے لالچ میں ایک مشتبہ شخص کو بغیر تحقیق کے کرایہ پر دے دیتا ہے۔ اب خدائی حکم یہی ہے کے اللہ سے محبت کرو اور اللہ کی مخلوق سے بھی محبت کرو۔ لالچ ہرگز نہ کرو۔ قرآن کا آخری حکم یہ ہے کہ وہ ان لوگوں کی تعریف کرتا ہے جن کو خود تنگی ہوتی ہے مگر وہ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔ ایسے ہی ایک واقعہ پر قرآن کی مندرجہ ذیل آیت اتری:

یؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ.

یعنی وہ دوسروں کو اپنے نفس پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ وہ خود تنگی میں ہوں۔

اسی اصول کے پیش نظر نبی ﷺ پر بھی زکوٰۃ فرض نہ ہوئی۔ آپ کی حدیث مشہور ہے۔ حب الدنیا راس کل خطیئۃ: یعنی دنیا کی محبت سب برائیوں کی جڑ ہے۔ الدین النصیحۃ: دین نصیحت کا نام ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ جرائم پیشہ لوگ غیر ملکی جاسوس کراچی لاہور کے خوش پوش علاقوں میں کوٹھیاں کرایہ پر لیتے ہیں۔ اخبارات میں خبریں آتی رہتی ہیں کہ بہت سی بڑی بڑی کوٹھیوں میں قحبہ گری بھی ہوتی ہے۔ پڑوسی کڑھتے ہیں مگر کچھ نہیں کر سکتے۔ ایسی صورت میں کوٹھی مالک ذمہ داری سے نہیں بچ سکتا۔

خاص ادویات کا مسئلہ لیجئے۔ اس کا امکان ہے کہ ایک نیم سرکاری ادویات کی فیکٹری ہو اور وہ

عام سرکاری صنعتی اداروں کی مانند نقصان پر چلتی ہو اور پھر حکومت یا نیم سرکاری ادارہ اس ادویات کی فیکٹری کو ٹھیکے پر دیدے۔ اس صورت میں مالک کو کوٹھی اور وہاں مشینری وغیرہ کا بھاری کرایہ مل جاتا ہے۔ اور پھر سب سے قیمتی ادویات سازی کا لائسنس ہوتا ہے۔ لائسنس اور کوٹھی کو کرایہ پر لینے والا اس میں ٹنچر سپرٹ بناتا ہے جو عام طور سے شراب کی جگہ استعمال ہوتی ہے مثلاً سونٹھ کی ٹنچر۔ سنترے کے چھلکوں کی ٹنچر وغیرہ وغیرہ۔ جن میں پانی ملا کر آسانی سے شراب کی جگہ استعمال کیا جا سکتا ہے تو اس صورت میں امام ابوحنیفہ وغیرہ کا فیصلہ ہی لاگو ہونا چاہئے۔ حنفیوں کا یہ قاعدہ تھا کہ وہ امکانی مسائل کو بھی فرض کر کے ان پر اپنی رائے قلم بند کر دیا کرتے تھے جبکہ دوسروں کا اس پر عمل تھا کہ جب تک کوئی واقعہ پیش نہ آئے اسے اس وقت کے علماء کی رائے پر چھوڑ دیا جائے جبکہ درحقیقت ایسا واقعہ پیش آ جائے اس معاملہ میں ہماری اب تک رائے حنفیوں کے طرز عمل کے خلاف تھی مگر امام طحاویؒ (رحمۃ اللہ علیہ) کی مذکورہ بحث کے بعد اب ہماری رائے بدل گئی ہے۔

اب تو معلوم نہیں البتہ چند سال پہلے تک ایک مثال موجود تھی کہ ایک نیم سرکاری ادارہ نے اپنی ملکیت کی ادویات سازی کی فیکٹری کو ٹھیکہ اور کرایہ پر دے رکھا تھا۔ جس کا کرایہ دار وٹھیکہ دار اس میں خاص طور سے وہی ٹنچریں بناتا تھا جو زیادہ تر شراب کے متبادل کے طور پر استعمال ہوتی ہیں۔

اس خاص صورت میں مفتی بہ قول وہی ہے جو امام ابوحنیفہ امام محمد اور امام طحاوی کا فیصلہ ہے۔ اس مثال سے ہمیں حنفیہ کے طرز عمل کی داد دینی پڑتی ہے جو آئندہ کے ایسے فرضی واقعات پر بھی فتوے دے گئے جو ابھی تک پیش نہیں آئے تھے۔ آج کے زمانے کے علماء کے لئے اس دقتِ نظری سے بحث کرنا ممکن نہ تھا جو امام طحاوی نے اپنی خداداد صلاحیتوں کی بنا پر دکھائی ہے۔ اور ادویات کی فیکٹری کو کرایہ پر دینے کی صورت میں ان کی رائے قول فیصل ہے جس کے مطابق امریکہ میں بھی آج کل عمل ہو رہا ہے۔

غلام یا نوکر کے جرم کا تاوان مالک پر:

قرآن کی سورۃ الانبیاء کی آیت نمبر ۷۸ سے ہمیں اشارہ ملتا ہے کہ جس طرح بکریاں جو نقصان کریں اس کا ہرجانہ مالک کو دینا پڑتا ہے۔ اسی طرح اگر غلام کسی کو زخمی کریں۔ کسی کا مال اڑا لیں تو جرمانہ مالک کو ہوگا۔ یعنی اسی کی ذمہ داری ہوگی غلام کو سزا نہ دی جائیگی۔ موطا امام مالک میں ہے:

(غلام کسی کا نقصان کریں یا کسی کو زخمی کریں تو کیا حکم ہے)

قال یحیی: سمعت مالکا یقول: السنة عندنا فی جنایة العبید ان کل ما اصاب العبد من جرح جرح به انسانا او شئی اختلسه او حریسه احترسها او ثمر معلق جذه او افسده او سرقه سرقها لا قطع علیه فیها ان ذلک فی رقبه العبد لا یعدو ذلک، الرقبة قل ذلک او کثر فان شاء سیده ان یعطی قیمة ما اخذ غلامه، او افسد او عقل ما جرح اعطاء ه و امسک غلامه و ان شاء ان یسلمه، اسلمه ولیس لیه شی. غیر ذلک فسیده فی ذلک بالخیار...... الخ

کہا مالک نے ہمارے نزدیک غلام کی جنایت میں سنت یہ ہے کہ غلام کسی شخص کوزخمی کرے یا کسی کی چیز اڑا لے یا کسی کا میوہ درخت سے کاٹ لے یا چرا لے جس میں اس کا ہاتھ کاٹنا لازم نہ آئے تو غلام کا رقبہ (گردن، آزادی یا غلامی) اس میں پھنس جائے گا مولی (مالک) کو اختیار ہے چاہے ان چیزوں کی قیمت یا زخم کی دیت ادا کرے اور اپنے غلام کی قیمت سے زیادہ مولی (مالک) کو کچھ نہ دینا ہوگا اگرچہ اس چیز کی قیمت یا دیت اس کی قیمت سے زیادہ ہو۔ مدبر۔ مکاتب۔ام ولد فیکٹری ملازم کے مشابہ ہے۔

اگر غلام ایسا ہو کہ جس کے مالک نے اسے مدبر کر دیا ہو یعنی یہ اعلان کر دیا ہو کہ میرے مرنے کے بعد آزاد ہے یا لونڈی ام ولد ہو یعنی مالک سے اس کو اولاد ہو چکی ہو اور اب وہ قانوناً دوسرے کو بیچی نہ جاسکتی ہو۔ گویا غلام یا لونڈی جو تقریباً آزاد ہی ہوں مگر مالک کے زیر دست اور کنٹرول میں ہوں تو ان کے جرم کرنے یا زخمی کرنے کی ذمہ داری بھی مالک ہی کی ہوگی اور وہی ان کے جرم کا ہرجانہ یا جرمانہ ادا کرے گا یہ حنفیہ کی بھی رائے ہے اس سلسلے میں ہم ہدایہ کی درج کردہ حدیث نقل کرتے ہیں۔ جس کو ہم زیلعی سے نقل کر رہے ہیں ویسے ہدایہ میں ہے کہ غلام کی عاقلہ اس کا مالک ہوتا ہے اب واضح ہے کہ فیکٹری ملازم مدبر اور مکاتب کے بالکل مشابہ ہے کیونکہ ان میں آزادی جاری ہو چکی ہوتی ہے۔ اور فیکٹری ملازم آزاد مگر مالک کے ماتحت ہوتا ہے جیسے مدبر و مکاتب......

فصل فی جنایة المدبر، وام الولد قوله: روی ان ابا عبیدة قضی

بجناية المدبر علی مولاہ قلت: رواہ ابن ابی شیبة فی "مصنفه "حدثنا وكيع عن ابی ذئب عن ابن محمد بن ابراهيم التيمی عن ابية عن السلولی عن معاذ بن جبل عن ابی عبيدة بن الجراح، قال: جناية المدبر علی مولاہ، انتهی،...... و اخرج نحوه عن النخعی والشعبی، و عمر بن عبدالعزيز، والحسن رضی اللہ عنهم اجمعين. (نصب الرایہ:۴:۳۸۹)

یعنی حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے ایسے غلام کے معاملے میں جس کو مالک نے مدبر کر دیا ہو یعنی اعلان کر دیا ہو کہ میرے مرنے کے بعد آزاد ہوگا یہ فیصلہ کیا کہ اگر وہ کسی کو زخمی کرے گا تو اس کا ضمان۔ ہرجانہ، جرمانہ یا دیت مالک کے ذمہ ہوگی۔ اور مالک اسے ادا کرے گا۔

امام زیلعی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو ابن ابی شیبہ نے معاذ بن جبل کے واسطے سے حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ سے روایت کیا اور کہا کے مدبر غلام کی جنایت بھی مالک پر آئے گی۔ اس قسم کی رائے امام نخعی (امام ابوحنیفہ کے استاذ الاساتذہ) امام شعبی خلیفہ عمر بن عبدالعزیز اور حسن رضی اللہ عنہ سے بھی روایت لی گئی ہے۔ یعنی یہ ان سب کی متفقہ اور اجماعی رائے ہے یہ حدیث ہدایہ میں سے لی گئی ہے۔ پس حنفیہ کا بھی اس پر اجماع ہے۔

غلام ھبہ کر دیا جب بھی دیت مالک کے ذمہ ہوگی۔ چنانچہ امام نخعی فرماتے ہیں:

و ان كان الجانی عبدا، و كانت جنايته موجبة للمال، كان ضمانها علی سيده(۳)، والمكاتب، والمدبر، وام الولد كالعبد(۴) فی ذلک، قال النخعی فی العبد يجنی جناية قتل خطا ثم يعتقه مولاه وهو يعلم ذلک، او يبيعه او يهبه: ان علی مولاہ الدية(۵) موسوعة فقه ابراهيم نخعی بقلم محمد رواس قلعه جی: ۲: ۱۴۴ مطبوعه ۱۹۷۹ء)

یعنی اگر جرم کرنے والا غلام ہے اور جرم مالی جرمانہ عائد کرنے والا ہے تو جرمانہ مالک پر عائد کیا جائے گا۔ اس سے مکاتب، مدبر، ام ولد بھی غلام کی مانند شمار

ہوں گے۔ امام نخعی کہتے ہیں کہ اگر غلام قتل خطا کا مجرم ہے۔ پھر مالک اسے آزاد کردیتا ہے اور مالک کو قتل کا علم ہوتا ہے پھر یا مالک غلام کو بیچ دیتا ہے۔ ہر صورت میں دیۃ اس مالک کے ذمہ ہی ہوگی گویا قتل خطا میں بھی اگر ملازم فیکٹری سے نکال دیا جاتا ہے یا وہ چلا جاتا ہے تو بھی دیۃ فیکٹری مالک کے ذمہ ہوگی۔ اگر قتل نوکری کے دوران ہوا تھا۔

اس سلسلے میں ہمیں تائید میں سنن بیہقی اور مصنف عبدالرزاق میں اور کنز العمال میں حضرت عمرؓ و دیگر اصحاب کی آراء مزید ملتی ہیں مگر ہم اختصار کے لئے امام محمد کی کتاب الآ ثار مترجم ص ۲۲۱ طبع کراچی سے احادیث نقل کرتے ہیں جو بہت واضح ہیں۔

مکاتب اور مدبر اور ام الولد کی جنایت کا بیان:

عن محمد قال اخبرنا ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم ان جنایة المکاتب والمدبر و ام الولد علی المولیٰ قال محمد وبه ناخذ الا ان نری جنایة المکاتب علیه فی قیمته یکون علیه اقل من ارش الجنایة ومن قیمته و اما المدبرو ام الولد فعلی المولیٰ الاقل من ارش جنایتها ومن قیمتها وهو قول ابی حنیفة رحمة اللّٰه علیه محمد قال اخبرنا ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم فی ام الولد والمعتقة عن دبر یجنیان قال یضمن سیدهما جنایتهما لان العتاقة قد جرت فیهما فلا یستطیع ان یدفعهما ولا تعقد هما العاقله لانهما مملو کان قال محمد و بهذا ناخذ وهو قول ابی حنیفة.

ترجمہ: حماد سے روایت ہے کہ ابراہیم نے کہا کہ مکاتب اور مدبر اور ام الولد کی جنایت مالک پر ہے۔ یعنی اگر کوئی قصور کریں تو ان کا تاوان ان کے مالک پر آوے گا امام محمد نے کہا کہ اسی کو ہم لیتے ہیں لیکن ہماری رائے یہ ہے کہ جنایت مکاتب کی اس پر اس کی قیمت میں ہے یعنی اس کی دیت اور قیمت دونوں میں جو کم ہو

وہ دی جاوے اور مدبر اور ام الولد پس ان کا ڈانڈ اما لک پر ہے دیت جنایت اور قیمت میں جو کم ہو اور یہی قول ہے امام ابوحنیفہؒ کا۔

ابراہیم سے روایت ہے کہ ام ولد اور مدبرہ آزاد کردہ کے بیان میں کہ دونوں جنایت کریں، کہا کہ ان کی جنایت کا ضامن مالک ہوگا اس واسطے کہ آزادی ان دونوں میں جاری ہو چکی ہے پس نہیں طاقت رکھتا یہ کہ دفع کرے ان کو طرف والی مقتول کے اور نہیں آتی دیت ان کی عاقلہ پر اس واسطے کہ وہ دونوں غلام ہیں امام محمد رحمتہ اللہ علیہ نے کہا کہ اسی کو ہم لیتے ہیں اور یہی قول ہے امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کا۔

اب خالص عربی کتاب کا حوالہ بھی ملاحظہ فرمائیں:

۵۸۵. محمد قال: اخبرنا ابوحنیفه عن حماد عن ابراهیم فی ام الولد والمعتقة قد جرت فیهما، فلا یسطیع ان یدفعهما، ولا تعقلهما العاقلة: لانهما مملو کان قال محمد: وبهذا ناخذ، وهو قول ابی حنیفة رحمه الله تعالی (امام محمد: کتاب الاثار:۱۲۷ مطبوعہ اشرف منزل ۵/ ۴۳۷ گارڈن ایسٹ کراچی ۱۴۰۷ھ)

مذکورہ بالا حدیث امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ اپنے استاد حماد سے اور حضرت امام نخعی رحمتہ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ اگر غلام مدبر کر دیا ہو تو گویا آزادی اس پر جاری ہو چکی ہے۔ ایسا شخص اگر گھر سے باہر میلوں دور بھی جنایۃ کا مرتکب ہوگا اس جنایۃ میں بقول امام نخعی رحمتہ اللہ علیہ قتل خطا بھی شامل ہے تو دیت یا تاوان جو بھی ہوگا وہ مالک پر ہی عائد ہوگا۔ مزید آپ امام نخعی کا قول سن چکے ہیں کہ اگر غلام جرم کرے چاہے قتل ہی کیوں نہ ہو تو اگر مالک غلام کو اس کے بعد آزاد کر دے چاہے ہبہ کر دے دیت یا ضمان جو بھی ہوگا وہ پھر بھی مالک کو دینا ہوگا چاہے قتل کتنی ہی دور کیا جائے۔ اس میں یہ کوئی شرط نہیں کہ جنایۃ مالک کی مملوکہ زمین ہی میں ہو یا اس کے گھر یا دفتر میں ہو یا کرایہ کے گھر میں ہو یا بازار میں ہو۔ یہی حکم مدبر مکاتب اور ام ولد کا ہے۔

لیکن دوا سازی کی فیکٹری میں جرم جو ملازم بھی کرتا ہے تو وہ بہر حال مالک کی فیکٹری میں کرتا ہے جو کہ مالک کے مکمل کنٹرول میں ہوتی ہے۔ مالک ہی کا حکم اس میں چلتا ہے۔ انتظام و انصرام اعلیٰ اسی کا ہوتا ہے تو ایسی صورت میں تاوان یا دیت جو بھی ہو اسکی ذمہ داری مالک پر زیادہ قوت اور یقین سے عائد ہوگی۔ جس طرح کہ مدبر یا مکاتب کو مالک مقتول کے ولی کو سپرد کرنے کا حق یا طاقت نہیں رکھتا اسی طرح

اگر اس کا ملازم جنایہ یا قتل خطا کا مرتکب ہو تو مالک اسے پولیس کے حوالہ نہیں کر سکتا بلکہ اس کو لازم ہے کہ وہ خود دیت یا تاوان ادا کرے گا۔ یہ بات بالکل واضح ہے۔ اس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔

دوسری بات جو دوا سازی کی صنعت سے خاص ہے وہ یہ کہ بین الاقوامی قوانین ادویہ سازی جس کا پاکستان بھی پابند ہے اور جس کی گارنٹی فیکٹری کا مالک لائسنس لیتے وقت دیتا ہے وہ اس قسم کے ہیں کہ قدم قدم پر چیکنگ ضروری ہوتی ہے۔ مگر مالکان پیسہ بچانے اور زیادہ سے زیادہ نفع کمانے کی ہوس میں ماہرین مطلوبہ تعداد سے کم رکھتے ہیں کاریگروں کو زیادہ تیزی کے کام کرنے اور زیادہ سے زیادہ مال بنانے پر مجبور کرتے ہیں جس کی وجہ سے ادویات میں نقص رہ سکتا ہے۔ اگر مالکان کوالٹی میں دلچسپی لیں اور زیادہ سے زیادہ دولت کمانے میں اندھے احکام جاری نہ کریں تو غلطی کا کوئی امکان ہی نہیں ہوتا اگر اتفاقاً کہیں بھول چوک ہو بھی جائے تو اگلے قدم پر وہ پکڑ لی جاتی ہے۔ جب ہم اس کا بیان آگے تفصیل سے کریں گے تو بات مزید واضح ہو جائے گی کہ کم از کم دوا سازی میں تمام ذمہ داری مالک ہی پر آتی ہے۔

ایک اہم نکتہ:

غلام یا مکاتب کی جنایہ کی ذمہ داری مالک پر ایک تو مالک ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے دوسرے غلام یا مکاتب ہونے کی وجہ سے عاقلہ بھی مالک ہی ہوتا ہے۔ پس اس کی قتل خطا کی ذمہ داری مالک پر بطور استحسان وقیاس وغیرہ کے آتی ہے مگر جہاں تک فیکٹری کے مالک کا تعلق ہے تو اس کا معاملہ غلام کے مالک سے زیادہ شدید وقوی طور سے ثابت ہوتا ہے کیونکہ مالک نے اس بات کی ضمانت دی ہوتی ہے اور اسی شرط پر لائسنس لیا ہوتا ہے کہ وہ خود ہی اس بات کا ذمہ دار ہوگا کہ ادویات معیار کے مطابق ہوں گی۔ اگر کہیں وہ یہ کہہ دے کہ میں معیار کی ذمہ داری نہیں لیتا۔ میرے ملازم اس کے ذمہ دار ہوں گے اس کو ہرگز لائسنس ہی نہ ملے گا۔ پس فیکٹری کا مالک اس شدت سے معیار کا ذمہ دار ہوگا اور ہر غلطی کا جو عمداً یا خطا ہو اور وہی ضامن بھی ہوگا۔

ہم دیکھتے ہیں کہ یہی اصول امریکہ میں بھی چل رہا ہے۔ پرائیویٹ کمپنیاں ہوں یا سرکاری محکمے سب کا اسی پر عمل ہے۔ ہم اس سلسلے میں حوالہ دے چکے ہیں کہ اگر وزن اٹھانے والی مشین کا چلانے والا، لاکر روم میں نیم عریاں تصویر لگا دیتا ہے تو اس کی سزا بھی مالک ہی کو ملنی چاہئے وغیرہ وغیرہ۔

اس سلسلے میں ہم فقہ علیؓ اور مسند امام زید کا حوالہ دے چکے ہیں اگر غلام مالک کے حکم کے بغیر

بھی جنایہ کرے گا تو تاوان مالک پر عائد کیا جائے گا (فقہ علیؒ: مطبوعہ دار الفکر دمشق ۱۹۸۳ء) مگر دوا ساز کمپنی میں تو سارا کنٹرول مالک کا ہوتا ہے۔ آخری حکم اور اختیار مالک ہی کا ہوتا ہے۔ پس مکمل سزا اور تاوان مالک ہی کے حصے میں آئے گی کیونکہ لوگ اگر تھے بھی تو بطور آلہ کے تھے۔

اب ایک اور چیز بھی مزید قوت سے سامنے آ گئی۔ وہ ہے حکومت کے محکموں کا کردار۔ کیونکہ ۱۹۷۶ء کے بعد سے نہ صرف حکومت ادویات سازی کا لائسنس دیتی ہے بلکہ ہر ہر دوا بنانے کی خاص طور سے اجازت لینی پڑتی ہے۔ حکومت پہلے اطمینان کرتی ہے کہ فلاں دوا فلاں کمپنی بنا سکتی ہے یا نہیں۔ بلکہ اس کمپنی کی بنائی ہوئی دوا کا نمونہ منگا کر ٹیسٹ کرنا بھی حکومت پر لازم ہے لیکن ابھی ہم اس مسئلہ کو نہیں چھیڑتے اس پر بعد میں گفتگو ہوگی ابھی یہ سن لیجئے کہ اب مغربی دنیا میں مالک کو اس بات کا بھی ذمہ دار ٹھہرا دیا گیا ہے کہ وہ صحت مند ماحول بھی اپنے ملازموں کو مہیا کرے۔ مثلاً اگر مالک سگریٹ نہ پینے والے ملازمین کو سگریٹ پینے والے ملازمین کے دھوئیں سے کماحقہ محفوظ نہیں رکھ سکتا تو اس کا تاوان، ضمان، جرمانہ مالک کو دینا ہوگا۔

مثلاً آسٹریلیا سڈنی میں ایک خاتون کو اس سلسلے میں ۸۵ ہزار آسٹریلین ڈالر کا تاوان دلوایا۔ خاتون کا کہنا تھا کہ ۱۲ سال دوسروں کا پیدہ کردہ دھواں سونگھنے سے اس کا دمہ کا مرض بڑھ گیا ہے۔ پہلا کیس ہے کہ کسی ملازم نے مالک کے خلاف دھوئیں سے پاک ماحول نہ مہیا کرنے پر کامیابی سے مقدمہ جیتا کہ اتنا بھاری تاوان وصول کیا۔ پوری خبر کے لئے ملاحظہ فرمائیں: دی نیوز انٹرنیشنل لاہور بابت ۱۸ نومبر ۱۹۹۳ء ہم اس کے خاص حصہ کا فوٹو پیش کررہے ہیں۔

اس میں سب سے اہم نکتہ یہ ہے کہ تاوان کی اتنی خطیر رقم سب کی سب مالک سے وصول کی گئی۔ مگر اصل مجرم یعنی سگریٹ پینے والوں کو جو دراصل ہوا کو خراب کرتے تھے ان کو نہ عدالت میں بلایا گیا نہ ان پر مقدمہ قائم کیا گیا اور نہ ہی ان سے کسی قسم کی جواب طلبی کی گئی نہ ہی ایک پیسہ بطور جرمانہ ان سے وصول کیا گیا۔ حالانکہ سگریٹ نوش ہی اصل قصوروار تھے۔ مالک کو شاید علم بھی نہ ہو کہ کون کون سگریٹ پیتا ہے اور اس سے کسی کو نقصان پہنچ رہا ہے۔

addiction of a common kind right to smoke everywhere,regardless of the ryghts of recently some have claimed theb smokers.it would come as news and

enlightenment to these advocates of freedom toe no smoke that some months ago in sydney,an australian court ruled in a landmark decision that anemployer was negligent in not protecting a non smoker from the cigarette smoking of her colleagues.

a district awarded a psychologist australian s85,000 In damages ager she claimed that breathing in tobacco smoke for12years had made her asthma worse, leading to emptysema.lawyers for liesel scholem,64,descrubed the fourman jury ruling as world first and said it put the onuson employers to provude a smoke free environment.it was the first time in any common law country that an employee had successfully sued an employer for negligence in not providing a smokerfee workplace .in london buses there is a notice that a smoker would be fined one thousand pounds which equals rs50,000!

dangers of what is called passive smoking are so well established that it requires no arqument.

اہم ترین بنیادی نکتہ:

بادی النظر میں یہ بات کچھ عجیب سی لگتی ہے کہ جرم کرے کوئی اور بھرے کوئی اور۔ لیکن غور کرنے سے دو باتیں سامنے آتی ہیں اول یہ کہ ہم ہدایہ کا حوالہ دے چکے ہیں کہ غلام کی عاقلہ نہیں ہوتی۔ اس کی عاقلہ مالک ہی ہوتا ہے۔

دوسرے یہ کہ فیکٹری کے ملازم کی صورت میں یہ بات واضح ہے کہ ادویات سازی یا دوسری صنعت وغیرہ کا اجازت نامہ یعنی لائسنس ہی اس ضمانت پر ملتا ہے کہ ہر غلطی کا ضامن مالک ہوگا۔

مرقاۃ شرح مشکوۃ مطبوعہ ملتان جلد نمبر ۶ صفحہ ۱۲۲ پر ہمیں حدیث ملتی ہے:

العاریہ مؤداہ والمنحہ مردودہ والدین مقضی والزعیم غارم

(رواہ ترمذی وابوداؤد واحمد وابن ماجہ والضیاء)

☆ تاتریاق ازعراق بیاورند...... مارگزیدہ مردہ باشد ☆

یعنی عاریت پر لی ہوئی چیز لوٹائی جائے گی۔ اسی طرح دودھ پینے کے لئے بکری یا اونٹنی دے یا کوئی اپنے ملازمین کسی کو کچھ دن کے لئے فائدہ اٹھانے کے لئے دیدے تو اس کا بڑا ثواب ہے مگر وہ بھی واپس کرنا ہوگی اور یہ بھی واپس کرنا ہوں گے۔ مزید قرض کا واپس کرنا بھی ضروری اور فرض ہے اور جو کوئی شخص کسی کا قرض اپنے ذمے لے لے تو اب جو شخص ضامن بن جائے گا اس پر قرض دینا واجب ہو جائے گا۔ ملا علی قاری لکھتے ہیں:

والغرم اداء الشئی یلزمه والمعنی انه ضامن ومن ضمن دینا لزمه اداؤه:

یعنی غرم اس چیز کی ادائیگی کو کہتے ہیں جو کسی پر لازم آجائے اس کے معنی ہیں کہ وہ ضامن ہے اور جو کوئی ضمانت دے گا تو اس پر لازم ہو جائے گا اس کا ادا کرنا یا ذمہ داری پوری کرنا جس کی اس نے ضمانت دی ہے۔

اب جب فیکٹری کا مالک لائسنس حاصل کرنے والا اپنا وعدہ یا ضمانت پوری کرنے سے قاصر ہوگا تو عدالت میں صرف اسی کو طلب کیا جائیگا۔ اسی سے جواب طلبی ہوگی۔ صرف اسی کو ذمہ دار ٹھہرایا جائے گا چاہے غلطی اس کے ملازم نے کی ہو۔ مالک یہ کرسکتا تھا کہ تمبا کونوش لوگوں کو ملازم نہ رکھتا۔ یا تمبا کو نوشی کا الگ کمرہ مقرر کرتا اور دفتر میں ملازموں کو سگریٹ پینے پر پابندی لگا دیتا۔ علی ہذا القیاس۔ اگر اس نے صحیح انتظام نہیں کیا تو قصور مالک ہی کا شمار ہوگا۔ سزا بھی اسی کو ہوگی۔ البتہ ملازم کو وہ مقدمہ سے پہلے نوکری سے نکال سکتا تھا۔ اس نے ایسا نہیں کیا تو وہ قصوروار سمجھا جائے گا۔ اس بنیادی نکتہ کو اگر امام طحاوی کے دلائل میں شامل کر کے دیکھا جائے تو مسئلہ روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے۔

(هذا ما عندنا والله اعلم بالصواب)